"عقیدۂ توحید"

سوال: توحید پر عالمانہ تبصرہ کرتے ہوئے اس کی اہمیت اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات واضح کیجیے۔ (2013ء)

٢. توحید کی تعریف کیجیے۔ اس کے معاشرے اور انفرادی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں، وضاحت کیجیے۔ (2019ء)

"عقیدۂ توحید"

توحید کے لغوی معنی: توحید عربی زبان کے لفظ "احد" سے نکلا ہے جس کے لفظی معنی ایک کے ہیں۔ توحید کے لغوی معنی ایک ماننا، ایک ٹھہرانا، ایک جاننا اور بنانا کے ہیں۔

توحید کے اصطلاحی معنی: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اس کی ذات میں، صفات میں، افعال میں اور اُس کی عبادات میں۔

مفہوم توحید: توحید کا مفہوم یہ ہے کہ ایک ایسی ذات جو اپنی ذات، قدرت، صفات اور افعال میں یکتا ہے نہ اس جیسا کوئی تھا، نہ ہے اور نہ ہی کبھی ہوگا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس کا کوئی شریک اور ثانی نہیں۔ وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے تمام عبادات اور عقائد کا وہی مقصد ہے۔ پوری کائنات اس کی بادشاہت ہے اُس کا کوئی ہم پلہ نہیں۔

توحید کے مفہوم کو ان دلائل قرآن سے ثابت کیا گیا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآن کریم میں سورۂ اخلاص میں ارشاد کرتا ہے

قل ھو اللہ احد ۞ اللہ الصمد ۞ لم یلد و لم یولد ۞ و لم یکن لہ کفوا احد ۞

ترجمہ:-
"کہو اللہ یکتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا کیا گیا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں"۔

وجودِ باری تعالیٰ کے اثبات میں

دلائل: اللہ سبحانہٗ وہ ہستی ہے جو زمین و آسمان اور تمام مخلوقات کا خالق ہے۔ اس میں الف لام تعریف کے لیے ہے اور یہ نام ابتدا ہی سے پروردگار عالم کے لیے خاص ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب جاہلیت میں بھی یہ اسم مفہوم کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ دین ابراہیمی کی جو باقیات عربوں کو وراثت میں ملی تھیں یہ لفظ بھی انہی میں سے ہے۔ اس حوالے سے قرآن کریم کی سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر (63) میں ارشاد رب کریم ہے

ولئن سالتھم من نزل من السماء ماء فاحیا به الارض من بعد موتھا لیقولن اللہ ۭ

قل الحمد للہ بل اکثرھم لا یعقلون ۝ 63

ترجمہ: اور اگر تم ان سے پوچھو گے کہ آسمان سے کس نے پانی برسایا، پھر اس کے ذریعے سے زمین کو مردہ ہو چکنے کے بعد اسے زندہ کر دیا تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ (ان سے کہو کہ) شکر اللہ ہی کے لیے ہے، لیکن ان میں سے اکثر عقل سے کام نہیں لیتے۔

فطرتِ انسانی سے دلیل:

قرآن کریم بتاتا ہے کہ خدا کی ربوبیت کا اقرار ایک ایسی چیز ہے جو ازل ہی سے انسانی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے۔ قرآن پاک کا بیان ہے کہ یہ معاملہ ایک عہد و میثاق کی صورت میں ہوا ہے۔ اس عہد کا ذکر قرآن ایک امر واقعہ کی صورت میں کرتا ہے۔ انسان کو اس دنیا کے خانے میں ایک امتحان کے لیے بھیجا گیا ہے اس لیے یہ واقعہ اس کی یادداشت سے محو کر دیا گیا ہے، لیکن اس کی حقیقت اس کے صفحۂ دل میں نقش اور انسان کے خانۂ دماغ میں پیوست کر دی گئی ہے۔ اسے دنیا کی کوئی چیز بھی محو نہیں کر سکتی۔ چنانچہ جب انسان کو کل جہاں کی حقیقت یاد دلائی جاتی ہے تو وہ اپنے پروردگار کی طرف ایسے لپکتا ہے جیسے بچہ اپنی ماں کی طرف، اور اس یقین کے ساتھ لپکتا ہے جیسے کہ وہ پہلے ہی سے اسے جانتا تھا۔ وہ محسوس کرتا ہے کہ خداوند کریم کا یہ اقرار اس

کے تقاضے کا جواب تھا جو اس
کے فطری احتیاج کے تقاضے کا جواب تھا جو اس نے پروردگار عالم
کے اندر ہی موجود تھا اور اس نے پروردگار عالم
کو پالیا ہے۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ انسان کے
باطن کی یہ شہادت ایسی قطعی ہے کہ جہاں
تک خداوند کریم کی ربوبیت کا تعلق ہے
ہر شخص مجرد اس شہادت کی بناء پر اللہ تعالیٰ
کے حضور جواب دہ ہے۔
قرآن کریم میں اللہ فطرت انسانی کے متعلق
کئی مقامات پر تذکرہ کیا گیا ہے۔ سورۃ
الطارق آیات ۵-۷ میں ارشاد گرامی
ہے
فلینظر انسان مم خلق ہ خلق من
ماء دافق ہ یخرج من بین الصلب
والترائب ہ
ترجمہ: پس انسان کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ
کس چیز سے پیدا کیا گیا۔ ایک اچھلتے
ہوئے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جو پیٹھ
اور سینے کی ہڈیوں کے درمیان سے
نکلتا ہے۔

تخلیق ارض و سماء سے دلیل:

اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کا خالق ہے۔ سوال
یہ ہے کہ آسمان و زمین کی تخلیق میں حیرت
انگیز قدرت کیسے پیدا ہو گئی؟ اس سوال کو
اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود ہی انسان کے

سامنے رکھتے ہوئے سورۃ الطور آیت نمبر 36-35
میں ارشاد فرمایا۔

ام خلقوا من غیر شیء ام ھم الخالقون ۝ 35
ام خلقوا السموت والارض بل لا
یوقنون ۝ 36

ترجمہ: "کیا وہ آپ ہی آپ بن گئے یا وہی اپنے
خالق ہیں۔ انھوں نے آسمانوں اور
زمین کو پیدا کیا ہے (یہ کوئی ایسی بات
نہیں) بلکہ ان کو یقین نہیں ہے"۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کردہ دلیل:

انسان کا اس دنیا میں موجود ہونا در حقیقت خدا
کے وحدانیت کی ایک ایسی دلیل ہے جس سے
انکار ہی نہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا انسان
کسی کے تخلیق کیے بغیر خود پیدا ہو گیا؟ یقیناً
کوئی ذی شعور اور صاحب عقل یہی کہے گا کہ
اس نے اپنے آپ کو خود پیدا نہیں کیا کوئی نہ کوئی
اسکا باپ ہے۔ اب اگر یہ سلسلہ لوٹایا چلا
جائے تو سوال یہ ہوگا کہ سب سے پہلے
انسان کو کس نے پیدا کیا؟ تو اسکا جواب یہ
ہوگا خدائے بزرگ و برتر نے۔ اسی دلیل کو امام
ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دہریوں کی جماعت کے سامنے
کچھ یوں پیش کیا کہ آج میں ایک دریا کے
پاس کھڑا تھا دور کیا دیکھتا ہوں کہ ایک
درخت دریا میں گر کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا

اور فوراً ہی ایک کشتی کی شکل اختیار
کرلی اور خود بخود دریا میں چلنے لگی۔ تو
اس صاحب عقل نے پُرزور طریقے سے انکار
کردیا۔ اب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو
احسن انداز میں سمجھاتے ہوئے کہا کہ
کیا حضور والا! جب ایک معمولی سی
کشتی نہیں خود بن سکتی ہے اور نہ
ہی چل سکتی ہے۔ تو پوری کائنات کیسے
خود بخود وجود میں آسکتی ہے۔ یقیناً
اس کائنات کو پیدا کرنے والا اور چلانے
والا رب کریم ہے۔

گردش لیل و نہار سے دلیل: یہ عالم کائنات
درخت، پہاڑ، سمندر، دریا، سورج، چاند، زمین کا
آسمان، یہ اسباب و علل کا تسلسل، یہ کائنات
کا نظم انسان کی اندرونی طاقتیں اور ان کی
باہمی ترتیب۔ یہ تمام اشیاء کسی خالق و
صانع (کسی بنانے والے) کے اعتراف پر مجبور کرتی
ہیں۔ قرآن کریم میں سورۃ آل عمران آیت
نمبر (۱۹۰) میں ارشاد باری تعالیٰ ہے
ان فی خلق السموت والارض واختلاف
الیل والنھار لایت لاولی الالباب O ۱۹۰
ترجمہ:۔
"آسمان اور زمین کی پیدائش اور رات
اور دن کے بدلنے میں عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

اللہ سبحانہ کی صنعت ہر عیب سے پاک ہے۔
اس میں مستحکم نظم و نسق اس کے ایک ہونے کی دلیل ہے۔ قرآن الکریم میں سورۃ الملک آیت نمبر ۳ میں ارشاد گرامی ہے۔

الذی خلق سبع سماوات طباقا ما تری فی خلق الرحمن من تفوت فارجع البصر ہل تری من فطور ۳

ترجمہ: "جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا۔ تو نہیں نظر آئے گا رحمٰن کے بنانے میں کوئی خلل۔ ذرا پھر نگاہ اٹھا کر دیکھ کیا کوئی رخنہ دکھائی دیتا ہے۔"

ایسا دعوی یقیناً ایسی ہستی ہی کر سکتی ہے جو ایک ہو، مدبر ہو اور سب سے بڑھ کر منتظم ہو۔ ان آیاتِ مبارکہ میں تین طرح کے دلائل پیش کیے گئے ہیں۔

1- قدرت کے عجائبات اور پھر ان کا ایک قانون کے ماتحت ہونا۔
۲- عالم کائنات کا نظم و نسق اور اس کا مرتب سلسلہ۔
۳- کائنات اور سلسلۂ عالم کی ہر کڑی میں بے انتہا مصلحتوں، حکمتوں اور فائدوں کا ہونا۔

کائنات کے حسن انتظام کے حوالے سے دلیل:

پیش نظر آیاتِ مبارکہ میں اگر

ایک نظر ثانی ڈالی جائے تو حقیقت واضح
ہوگا کہ ان میں شروع سے لے کر آخر تک
اس کائنات کے متقابل بلکہ متضاد اجزاء کو ایک
جگہ ڈال دیا گیا ہے اور اسی کے ساتھ ان کا حیرت
انگیز اتحاد اور بے مثل سازگاری کی طرف
اشارہ کیا گیا ہے جو ان کے اندر اس کائنات کی
مجموعی خدمت کے لیے پائی جاتی ہیں۔ آسمان
کے ساتھ زمین، سورج کے ساتھ چاند، کشتی
کے ساتھ دریا، بظاہر دیکھیے تو ایک دوسرے کے متضاد
ضدین کی نسبت رکھتے ہیں تو دوسری طرف
اس کائنات کی خانہ آبادی کے لیے آپس میں
زوجین کا سا ربط و اتصال بھی رکھتے ہیں۔
عالم کائنات کے مشاہدے سے یہ واضح ہے
کہ اس کائنات کو چلانے والا ایک منظم ہستی
کا مالک ہے اور رکھتا ہے اور ساتھ ہی عناصر و افلاک
پر حاکم و فرمانروا بھی ہے۔ مزید غور کیا جائے
تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یہ دنیا آپ سے کبھی
وجود میں نہیں آئی اور نہ ہی اس کے اندر جو ارتقاء
ہے وہ آپ سے آپ ہوا ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس
کے مختلف عناصر وہ سازگاری کہاں سے پیدا
ہوتی جو اس کائنات کے ہر گوشہ میں موجود
ہے۔ ان تمام دلائل کی صورت میں یہ یقین
سے کہا جا سکتا ہے کہ یہ کائنات کوئی اتفاق
نہیں بلکہ اسے ایک حکیم، دانا و قادر مطلق نے
اپنے خاص ارادے سے تخلیق کیا ہے۔

سامی اور غیر سامی مذاہب میں عقیدہ توحید:-

وجود باری تعالیٰ کے چند دلائل خالص عقیدہ توحید کی طرف آتے ہیں۔ پہلے مختصر اُس طرف نظر ثانی ضروری ہے کہ سامی (الہامی) اور غیر سامی (غیر الہامی) مذاہب میں توحید سے متعلق کیا عقائد ملتے ہیں۔

زرتشت: ایران کے زرتشت مذہب کی تعلیمات میں دو خداؤں کا تصور ملتا ہے ایک خدائے خیر اور دوسرا خدائے شر۔ جب کے فلسفہ منطق کے امام سمجھے جانے والے اہل یونان بے شمار دیوی دیوتاؤں کے پجاری تھے۔ مختلف شعبہ حیات مختلف دیوتاؤں کے سپرد تھے سمندر کے دیوتا کا نام پوسیڈن کا اسلحہ سازی کے دیوتا کا نام ہیفاسٹس اور سورج کی حرکات کو اپالو سے منسوب کیا جاتا تھا۔

ہندومت: ہندوستان میں ہندو مذہب میں بھی بے شمار دیوی دیوتاؤں کو پوجا جاتا ہے ان کے یہاں تین دیوتاؤں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔

(۱) وشنو نظام شمسی کا عظیم دیوتا۔

(۲) شیوا جس کی تصویر کشی میں پانچ چہرے اور چار ہاتھ دکھائے جاتے ہیں

(۳) برہما ہندوؤں کے نزدیک کائنات کا خالق ہے۔

بدھ مت: اس مذہب کے آغاز میں اگرچہ توحید کا تصور ملتا ہے مگر بعد ازاں وہ بھی گڈ مڈ ہو گیا۔
علاوہ ازیں چینی مذاہب کنفیوشزم اور تاؤ ازم میں بھی توحید کا خالص تصور رائج نہ تھا۔
سامی مذاہب: سامی مذاہب کے تحت دو بڑے مذاہب یہودیت اور عیسائیت اسلام سے پہلے دنیا میں موجود تھے اور اب بھی دنیا میں پیش تر آبادی میں ان کی پیروی کی جاتی ہے۔
یہودیت: یہودی حضرت عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔
عیسائیت: عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں۔
قرآن کریم نے خود اللہ عزوجل نے اس کی وضاحت دی۔ سورۃ التوبہ آیت نمبر (30)
وقالت الیہود عزیر ابن اللہ و قالت النصری المسیح ابن اللہ ؕ 30
ترجمہ: "یہودیوں نے کہا عزیر علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں اور مسیحیوں نے کہا عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بیٹے ہیں۔"
اسی طرح عیسائی تثلیث کے بھی قائل ہیں۔ ان تمام مذاہب نے انسانیت پر بہت ہی منفی اثرات مرتب کیے ہیں۔

"اسلام کا تصورِ توحید"

اسلام نے تمام باطل تصورات کا جامع رد کیا
اور خالص اور صاف شفاف عقیدۂ توحید
پیش کیا جس میں کسی قسم کی کجی اور شبہ
نہیں ہے۔

اس عقیدے کو واضح انداز میں سورۃ الاخلاص میں
پیش کیا گیا ہے۔

قل ھو اللہ احد ۝ اللہ الصمد ۝ لم یلد
ولم یولد ۝ ولم یکن لہ کفوا احد ۝

ترجمہ: کہو اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس
سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ وہ پیدا کیا گیا ہے
اس کا کوئی ہمسر نہیں

قرآن کریم کے ایک دوسرے مقام پر خالق ارض و

صفات کے حوالے سے ایسی
سبحانہ نے اپنی ذات و صفات کے حوالے سے ایسی نازل فرمائی جس
خوبصورت آیات مبارکہ میں کوئی بھی ابہام نہیں۔
کے بعد عقیدہ توحید جیسے آیت الکرسی
سورۃ البقرہ آیت نمبر (255)
کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔

اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم لا تاخذہ
سنۃ ولا نوم لہ ما فی السموت وما
فی الارض من ذا الذی یشفع عندہ
الا باذنہ یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم
ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء
وسع کرسیہ السموات والارض ولا
یؤدہ حفظھما وھو العلی العظیم (255)

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہ
ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔ سارے عالم کو اپنی
تدبیر سے قائم رکھنے والا ہے۔ نہ اس کو اونگھ لگتی
ہے اور نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو
کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ کون ایسا
ہے جو اس کے حضور اس کے اذن کے بغیر سفارش
کرے۔ جو کچھ مخلوقات کے سامنے ہو رہا ہے یا ہو
چکا ہے یا ہونے والا ہے وہ سب جانتا ہے اور
وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا بھی
احاطہ نہیں کر سکتے مگر جس قدر وہ
چاہے۔ اس کی کرسی (اقتدار) تمام آسمانوں
اور زمین پر محیط ہے اور اس پر ان دونوں
(یعنی آسمان اور زمین) کی حفاظت کے

کچھ دشوار نہیں۔ وہی سب سے بلند رتبہ بڑی عظمت والا ہے۔

اگرچہ قرآن مجید کی بیشتر آیات مبارکہ اس مضمون کو ثابت کرتی ہیں مگر مذکورہ آیت سے عقیدۂ توحید کی وضاحت کی گئی ہے۔ ساتھ ہی کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ:

وہ مالک کل ہے، کائنات اس کی ہے،
جو ختم نہ ہو کبھی وہ بات اس کی ہے۔

"توحید کی فضیلت"

توحید کی فضیلت بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک۔ لئن اشرکت لیحبطن عملک ولتکونن من الخسرین ○

ترجمہ: اور بے شک تمہاری طرف اور تم سے اگلوں کی طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ اے سننے والے (مخاطب) اگر تو نے شرک کیا تو ضرور تیرا سب عمل برباد ہو جائے گا اور ضرور تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جائے گا۔

(سورۃ الزمر: 65)

عقیدہ توحید کی فضیلت کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے:

"جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کے عذاب کو حرام کر دیتا ہے"۔

روایت
(صحیح بخاری و مسلم)

عقیدہ توحید کے انفرادی زندگی پر اثرات:-

محبت الٰہی: عقیدہ توحید کی وجہ سے جہاں انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت کرتا وہی انسان خالق ارض وسما سے بھی بڑھ چڑھ کر محبت کرتا ہے۔ اللہ رب العزت خالق ارض وسما سے بندے کی محبت کا تذکرہ قرآن مجید میں سورۃ البقرہ آیت (165) میں کرتا ہے

والذین امنوا اشد حبا للہ (165)

ترجمہ: "ایمان والے سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں"

بقول اقبال بندے اور اس کے رب کا تعلق کچھ یوں ہے

سے خودی کا سرِ نہاں لا الہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا الہ الا اللہ
یہ دور اپنے ابراہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ۔

آزادی اور حریت: انسانی زندگی پر اس عقیدے کا ایسا مضبوط اثر پڑتا ہے کہ انسان آزادی و حریت کے اس مقام کو پاتا ہے جس کا وہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے مستحق ہے۔ تمام عالم کائنات انسان کے لیے ہے پس اگر جب وہ حقیقی عقیدہ توحید کا قائل ہو اور اللہ رب العزت کو دل و جان سے زیادہ چاہنے والا اور ماننے والا ہو بقولِ اقبال:

سے یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات۔

اعلیٰ نصب العین: ایمان باللہ کا عقیدہ توحید کا انسانی زندگی پر ایسا اثر ہوتا ہے کہ وہ ہر شے کو اللہ عزوجل کی سلطنت کا حصہ سمجھتا ہے۔ اور کائنات میں اپنا نصب العین اپنے نفس کی خواہشات کے لیے نہیں بلکہ اللہ رب العزت کے لیے رکھتا ہے۔ دوستی یا دشمنی اپنے نفس کے مقصد سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم کے لیے کرتا ہے۔

خودداری و عزتِ نفس: اللہ تعالیٰ پر ایمان انسان کو پستی اور ذلت سے اٹھا کر خودی اور عزتِ نفس کے بلند ترین درجے پر بیٹھا دیتا ہے۔ جب تک انسان کا اپنے مالک حقیقی سے واسطہ نہیں تھا تب تک وہ مظاہرِ فطرت سے بھی ڈرتا تھا مگر جب اس نے اپنے خالق حقیقی کو پہچان لیا تو سب موجودات اس کے آگے حقیر ہو گئے۔ بقول علامہ محمد اقبال

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

عجز و انکساری: عقیدۂ توحید پر ایمان انسان کو متکبر و مغرور نہیں بناتا بلکہ عجز و انکساری اس کی فطرت کی ایک صفات ہوتی ہیں۔ اور وہ یہ اچھے سے جانتا ہے کہ اللہ کریم کو عجز و انکساری پسند ہے۔ یہی عجز و انکساری بندے اور رب کے تعلق کو مزید مضبوط اور پختہ بناتی ہے۔ بقول علامہ اقبال

خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبرائیل
ہو اگر عشق سے محکم تو صورِ اسرافیل

غلط توقعات کا ابطال: یہ حقیقت ہے کہ
انسانی فطرت میں عبادت کرنا شامل ہے۔
پس ایمان باللہ سے محروم شخص اگر اللہ
رب العزت کی عبادت نہ کرے تو وہ لازمی طور
پر اپنی ذات کو ہی پوجنے لگتا ہے مگر اللہ
کریم پر ایمان خود پرستی اور تمام جھوٹے خداؤں
بشمول نفس اور دیگر باطل بھروسوں کا خاتمہ
کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ارءیت من اتخذ الٰھہ ھوٰہ ۴۳

ترجمہ: "کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جس نے
اپنی خواہش کو معبود بنا لیا ہے۔"
(سورۃ الفرقان: 43)

صبر و توکل: ایمان باللہ اور توحید انسان میں
خاص صبر و توکل پیدا کرتی ہے۔ وہ دنیا کے مصائب
کا مضبوطی کے ساتھ سامنا کرتا ہے اور اللہ پر
یقین رکھتا ہے۔

ان اللہ مع الصٰبرین ۝

ترجمہ: "بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"
(سورۃ البقرۃ: 153)

اور توکل کے بارے میں سورۃ آل عمران آیت
نمبر (122) میں خداوند کریم کا ارشاد گرامی ہے:

وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون ۝

ترجمہ: "اور مومنوں کو اللہ پر ہی توکل کرنا چاہیے۔"

بقول شاعر:

سے مزید عنیر سے موڑ کر تعلق دیکھو
ہر چیز سے توڑ کر تعلق دیکھو
اٹھ جائے گا دل سے ماسوا اللہ کا خوف
اللہ سے جوڑ کر تعلق دیکھو۔

شجاعت و استقامت: انسان کو دو چیزیں بزدل بناتی ہیں ایک محبت جو وہ اپنے مال، جان اور اہل و عیال سے کرتا اور دوسرا خوف جو ان چیزوں کو کھونے کا ہوتا ہے جو وہ کل کے استعمال میں رکھتا ہے۔ عقیدہ توحید انسان میں سے ان دونوں کو ختم کرکے صرف اور صرف اللہ سبحانہ کی محبت ڈالتا ہے اور خوف بھی اُسی کا قائم کرتا ہے۔ اللہ سے محبت کامل ایمان کی پختگی کا ثبوت ہے۔ قرآن کریم میں سورۃ البقرہ آیت نمبر 165 میں ارشاد ہوا۔

والذین امنوا اشد حبا للہ ٥
ترجمہ: جو ایمان والے سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرتے ہیں۔

اصلاح اخلاق: توحید سے انسان میں احساس ذمہ داری اجاگر ہوتی ہے۔ جس سے انسان میں پاکیزگی اور اعمال میں پرہیزگاری پیدا ہوتی ہے۔ افراد کے باہمی معاملات درست ہوتے ہیں جس سے ایک صالح اور منظم معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

عقیدۂ توحید کے اجتماعی زندگی پر اثرات :-

اخوت اور مساوات : توحید ابناء آدم کو اخوت اور مساوات کا درس دیتی ہے کہ خدا ایک ہے جس نے ایک خدا نے آدم اور حوا کو بنایا ہے سب انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ سب رشتۂ اخوت باہم منسلک ہیں۔ اور سب بحیثیت انسان مساوی ہیں کسی بھی وجہ سے دوسرے پر برتری نہیں۔

عالمگیر معاشرہ : عقیدۂ توحید سے عالمگیر معاشرہ وجود میں آ سکتا ہے۔ اگر دنیا بھر کے تمام انسان ایک خدا پر ایمان لائیں تو مختلف وجوہات کی بنا پر قائم ہونے والی موجودہ گروہ بندی ختم ہو سکتی ہے۔

عالمی امن : عالمی امن کی خواہش موجودہ دور کے انسان کی سب سے بڑی خواہش ہے اگر دنیا بھر کے انسان اگر توحید پر ایمان لائیں اگر اخوت و مساوات کا ماحول پیدا کریں تو عالمی امن کی خواہش پوری ہو سکتی ہے۔

وحدتِ انسانی : خدا کی وحدت سے بنی نوع انسان کی وحدت پیدا ہوتی ہے۔ جبکہ

خداؤں کی کثرت سے بھی نوعِ انسان میں تفریق اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔ متعدد اور مختلف خداؤں پر ایمان رکھنے اور ان کی پرستش کرنے سے انسان میں انتشار کی پیدا ہوتا ہے اور گروہ بندی ہوتی ہے۔

حرفِ آخر: مختصر یہ کہ عقیدہ توحید کا لفظ دیکھنے میں تو ذرا سا ہے مگر اس کے مفہوم میں بے حد گہرائی اور وسعت پائی جاتی ہے۔ اور اگر مختصر اً عقیدہ توحید کو بیان کیا جائے تو کچھ یوں ہوگا کہ مولانا محمد علی جوہر کے نزدیک توحید کی مختصر تعریف اس شعر میں ہے۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے۔